OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

انسان کی تخلیق اور آغاز وارتقا: سائنسی نظریات اور اسلامی تعلیمات کے تناظر میں ایک مطالعہ

Creation, Origin and Evolution of Man: A Study in the Context of Scientific Theories and Islamic Teachings

Prof. Dr. Matloob Ahmad
Dean Faculty of Arts and Social Sciences, The University of Faisalabad, Faisalabad
Dr. Uzma Begum
Principal Govt. Postgraduate Girls College khrick Rawalakot, Azad Kashmir
Dr. Muhammad Qasim
Ex. Visiting lecture in Islamic Studies, A.I.O.U, Islamabad

Abstract

In the past, when the sciences were in the early stages of conjecture, the search for authenticity was the only source of truth for those who were religious and inferior. Religions in the past, in turn, provide answers to real and potential questions. Therefore, all religions are considered to be the creators and protectors of the universe in their time as well as the destroyers, and such an idea is in fact the basis of the theory of creation. With the advancement of science, there have been real changes in the tendency of human thought. In modern times, religions have not been able to achieve that ancient demand and prestige. Enlightened people have gradually broken away from religion and made science the focus of their attention. According to the theory of scientists, in the past only matter was matter and it also spread. Without oxygen (O2), life on Earth would not be possible without it, nor would the name of hydrogen, nor any form of plants, nor any map of animals be just elementary particles of matter. Which

CC BY

were scattered throughout the universe. These particles cause the earth to shake, as if the earth were shaken by an earthquake. The movement was so strong that it shook every single particle of it in the same way that a wind blows dust and sand particles from one place to another, and this is the condition that arose in the early days. He threw all these particles away and mixed them together in such a way that everything in the universe came into being and became water in this movement which is an essential part of life. Hydrogen and oxygen were also produced.

Keywords: Evolution of Man, Scientific Theories, Origin, Islamic Teachings

تمہید

ماضی میں جب علوم قیاس و تصور کے ابتدائی مراحل میں تھے مذاہب میں اہل لرائے اور زیریں افراد کے لیے جستجوئے صداقت کا واحد ذریعہ تھے۔ماضی میں مذاہب اپنی اپنی باری پر حقیقی اور ممکنہ سوالات کے جوابات فراہم کرتے ہیں۔ چنانچہ تمام مذاہب ہی اس کا زمانہ عالم کا خالق و محافظ نیز فنا کرنے والا سمجھا جاتا ہے اور ایسا تصور دراصل نظریہ تخلیق کی اساس بنا ہے۔علوم کی ترقی کے ساتھ ساتھ انسانی فکر کے رجحان میں حقیقی تبدیلیاں ہوئی ہیں۔ مذاہب کو جدید دور میں وہ قدیم تقاضہ اور اعتزاز حاصل نہیں رہا روشن خیال افراد نے بتدریج اپنا ناطہ مذہب سے توڑ لیا ہے اور سائنس کو اپنی توجہ کا مرکز بنا لیا ہے۔ سائنس دانوں کے نظریہ کے مطابق پہلے صرف مادہ ہی مادہ تھا اور وہ بھی پھیلا ہوا۔ نہ آکسیجن (O_2) کا وجود تھا جس کے بغیر زمین پر زندگی کا تصور ہی ناممکن ہے اور نہ ہائیڈروجن کا نام، نہ نباتات کی کوئی شکل، نہ حیوانات کا کوئی نقشہ صرف مادہ کے ابتدائی ذرات تھے۔ جو کائنات میں پھیلے ہوئے تھے۔ ان ذرات کی وجہ سے اختلال پیدا ہوا (یعنی مادے میں حرکت پیدا ہوئی) جیسے زلزلہ سے زمین ہل جاتی ہے۔ یہ حرکت اتنی زبردست تھی کہ اس کے ایک ایک ذرے کو اس طرح ہلا دیا جس طرح آندھی گرد و غبار اور ریت کے ذرات کو اڑا کر کہیں سے کہیں پہنچا دیتی ہے اور یہی کیفیت ابتدائی زمانہ میں پیدا ہوئی۔ جس نے ان تمام ذرات کو دور دور جا پھینکا اور آپس میں ایک دوسرے سے اس طرح ملا دیا کہ کائنات کی ہر شے وجود میں آ گئی اس ہل چل میں پانی بھی بن گیا جو زندگی کا ایک لازمی جزہے۔ ہائیڈروجن اور آکسیجن بھی پیدا ہو گئی۔

انسان کی تخلیق، آغاز و ارتقاء اور سائنسی نظریات

سائنسی نظریات کا مفہوم یہ ہے کہ زندگی کی ابتداء سمندر کے پانی میں سے ایک غیر حرکی ذرے امیبا سے ہوئی۔ پھر اس امیبا میں ارتقاء کی صورت پیدا ہوئی۔ یوں نباتات کا ظہور ہوا پھر ان سے حیوانات اور آخر ارتقاء کی شکل نظریہ ڈارون بندر بنایا جاتا ہے پھر بندر سے ترقی کر کے انسان بنا۔

اے بائیو جینسز (A biogenesis)

اس نظریے کے مطابق حیات بے جان اشیاء کے ملاپ سے از خود ظہور میں آئی ہے۔ ارسطو کے زمانے سے لے کر گزشتہ صدی کے وسط تک اکثر لوگ اس نظریے کے قائل رہے ہیں۔ خاص طور پر ان جانداروں کے لیے جن کا عمل تولید سے وہ ناواقف تھے۔ ارسطو کا خیال تھا کہ بعض جاندار ایسے بھی ہیں جو بے جان چیزوں سے بن کر وجود میں آتے ہیں۔

It is the process by which a living organism arises naturally from non-living matter.

ایلن وڈز / ٹیڈ گرانٹ لکھتے ہیں: "ارسطو کی فکر کا دفاع کرنے والے یورپی دانشوروں کا فریق دعوے دار تھا کہ نامیاتی اور غیر نامیاتی مادہ سے زندہ جاندار براہ راست پیدا ہوتے ہیں جبکہ مخالفین اس دعوے کو مسترد کرتے تھے۔ پہلے فریق کے حامیوں نے گوشت کے گلنے سڑنے کے عمل میں پیدا ہونے والے کیڑوں کو اپنے دعوی کی بنیاد بنایا اور موقف اختیار کیا کہ گوشت میں زندہ کیڑے از خود پیدا ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے زندگی کی یوں از خود پیدا ہو جانے کو spontaneous origin کا نام دیا۔"[1]

ریڈی کا نظریہ Theory of Francesco Redi

سائنس دان ریڈی نے سترہویں صدی عیسویں میں تجربات کے ذریعے ثابت کیا کہ جاندار غیر جاندار مادے سے کبھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ Spontaneous generation یعنی جانداروں کے از خود پیدا ہونے کا نظریہ درست نہیں ہے۔ اس کی وضاحت یوں کی گئی ہے:

"Redi took six jars and separated them into two groups of three. In one experiment, he placed an unknown object in the first jar of each group, a dead fish in the second, and a raw piece of beef in the third. To ensure that only air could enter the jars in the first set, Redi placed a thin cheesecloth over the tops of each one. The other group was unlocked by him. After a few days, he noticed that the things in the open jars—where the flies had been able to land—had maggots emerge on them, but not on the jars covered in gauze. The meat in the second trial was stored in three jars. Two of the pitchers were covered, one with gauze and one with a cork; one pitcher was left exposed. Only the jar that was left open allowed flies to enter, and worms soon began to appear. Worms appeared in the gauze-covered container but perished when it was sealed. He continued his research by feeding the worms and observing their transformation into flies, which they successfully underwent. Additionally, maggots did not appear when dead flies or maggots were placed in sealed jars with beef or dead animals, but they did when the same experiment was performed with living flies.[2]Redi took out result from this experiment that "All life comes from life".[3]

بائیو جینسز Biogenesis

اس نظریے کی رو سے تمام جاندار دوسرے جانداروں ہی سے وجود میں آتے ہیں۔ اس کو حیات از حیات کا بھی نظریہ کہتے ہیں۔ یہ نظریہ اے بائیو جینسز کے نظریے کا الٹ ہے۔ Azhar Saqlain Bhatti لکھتے ہیں:

"Hypothesis that living matter arises from living matter."[4]

سپلانزی کا نظریہ Spalhnzai Theory

سپلانزی (spalhnzai) نے ایک سو سال بعد کچھ تجربات کیے اور لوگوں کو بتایا کہ ممکن نہیں کی جاندار اور بے جان اشیاء کے ملاپ سے پیدا ہو سکیں۔ Spalhnzai لکھتے ہیں:

"Life does not spontaneously generate. Life comes only from other life."[5]

لوئس پاسٹر کا نظریہ Louis Pasteur

مشہور سائنس دان لوئس پاسٹر (Louis Pasteur) نے اپنے تجربات کی بناء پر یہ ثابت کر دیا کہ حیات ہی سے حیات ظہور پذیر ہو سکتی ہے اور کوئی بھی جاندار خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی از خود پیدا نہیں ہو سکتی۔ یہ عام مشاہد کی بات ہے کہ اگر ہم پانی کو خوردبین سے دیکھیں تو اس میں بہت چھوٹی چھوٹی جاندار چیزیں نظر آئیں گی۔ لیکن جب اس پانی کو ابال کر کسی برتن میں بند کر دیا جائے تو یہ تمام کی تما اشیاء ختم ہو جائیں گی اور دوبارہ نظر نہیں آئیں گی تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ جاندار صرف جاندار سے ہی پیدا ہوتے ہیں۔ اس کا تجربہ یوں بیان کیا جاتا ہے:

Pasteur used a flask with a long S-shaped neck to contain a "nutritious broth" that was similar to Needham's sauce. Split open, the flask was then let to air out. The flask's curved neck, on the other hand, acted as a trap for airborne dust particles and bacteria, keeping them from getting into the broth. The flask was monitored for a whole year, but no bacteria were ever discovered. The flask's S-curved neck was then broken, letting dirt and bacteria into the soup bacteria in the soup after just one day. The aforementioned biology textbook states that Pasteur "had proven that life emerges from life alone, like Redi and Spallanzani before him".[6]

پان سپرمیہ نظریہ کی تاریخ History of Panspermia

آرہینس اور اس کے ساتھی سائنسدانوں نے پان سپرمیہ کے حق میں سائنسی دلائل دیئے جو مسترد کر دیے گئے۔ ان کا خیال تھا کہ خلا سے زمین پر گرنے والے پتھروں کا کیمیائی تجزیہ ثابت کار ہے کہ ان پتھروں میں ایسے نامیاتی مرکبات پائے جاتے ہیں جو زمین پر جانے والی تمام زندہ مخلوق کے بنیادی حصے ہیں۔ ان کا موقف بالکل درست تھا کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ خلا سے زمین پر گرنے والے پتھروں میں ایسے نامیاتی مرکبات پائے جاتے ہیں جو زمین پر پائے جانے والے تمام جانداروں کے مادہ حیات کا حصہ ہیں۔ زمین پر گرنے والے ان پتھروں کو Meteorites کہتے ہیں۔

The Greek philosopher Anaxagoras (500 BC – 428 BC) made the earliest recorded mention of panspermia in his writings, albeit his idea is distinct from modern theories. Everything has been around since the beginning. However, they were originally composed of infinitesimally tiny pieces that were hopelessly linked together. In this mass, everything was present, but in a muddled, undefinable state. The first mixture contained the seeds or miniature versions of wheat, flesh, and gold; but, these components, which were of the same nature as their wholes, had to be separated from the complicated mass in order to be given a specific identity and personality. The pressure of light from the main star of another planetary system had forced the spores here.[7]

جدلی ارتقاء کا نظریہ

جے۔ برومسکی عروج آدم میں لکھتا ہے: "کرہ ارض پر زندگی کے آغاز سے متعلق جدین ترین نظریہ جدلی ارتقاء کا نظریہ ہے۔ جس کی رو سے زمین پر زندگی کی ابتداء جدلی مادیت کا نتیجہ ہے۔ یہ نظریہ کائنات میں مادہ کی مختلف حالتوں کو ارتقائی عمل کا نتیجہ قرار دیتا ہے۔ جس طرح کہ سائنسدان کہکشاوں کی تشکیل اور "مکلی سے" کے اندر ہمارے نظام شمسی کا وجود ارتقائی عمل کی پیداوار قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح زمین پر غیر نامیاتی مادہ کا نامیاتی مادہ میں تبدیل ہونا اور نامیاتی مادہ کا ایک خاص ترتیب و تنظیم کی صورت میں زندگی کے سادہ ترین اوصاف اختیار کے لامتناہی سلسلہ کا ہی ایک قدم سمجھا جاتا ہے"۔[8]

زندگی کے آغاز کی جگہ

آسٹریلیا اور برصغیر ہندوستان کا قطہ کم از کم 22 کروڑ برس قبل تک ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوئے تھے۔ آسٹریلیا اور پاکستان میں چرٹ چٹانوں کی موجودگی کا ایک ہی مطلب ہے کہ زندگی کا آغاز اسی خطہ ارض میں ہوا۔[9]

تھامس رابرٹ مالتھیس کا نظریہ 1803 (T.R Malthus)

تھامس رابرٹ مالتھیس نے یہ نظریہ پیش کیا کہ ہر جاندار کی افزائش اس کے قدرتی وسائل تغذیہ سے کئی زیادہ ہوتی ہے اور اگر کسی ایک کو بھی پوری طرح پھلنے پھولنے کا موقع میسر آجائے تو وہ تھوڑے ہی عرصہ میں ساری سطح ارض پر کر دے۔ مثال کے طور پر ہاتھی کی افزائش نسل سست ترین ہے۔ اس کی اوسط عمر سو سال ہوتی ہے۔ مادہ ہتھنی 30 سال کی عمر میں جوان اور نسل کشی کے قابل ہو جاتی ہے اور 90 سال کی عمر تک چھ بچے جنتی ہے۔ اس حساب سے صرف ایک جوڑا 750 سال میں تقریباً 2 کروڑ ہاتھی پیدا کر سکتا ہے حضرت انسان کی بھی کچھ یہی کیفیت ہے۔ صرف گزشتہ ربع صدی میں ہی اس کی آبادی دوگنی ہو چکی ہے اگر آبادی میں اضافہ کی ہی شرح قائم رہی تو آئندہ ایک ہزار سال کے اندر ہی سطح زمین پر تل دھرنے کو بھی جگہ نہ رہے گی۔ گو مالتھیس خاص طور پر اس جستجو میں تھا کہ: "جانداروں کی تعداد اور ان کے لیے قدرتی طور پر موجود غذا میں توازن کی ایک وجہ ہے۔ جانداروں خصوصاَ حیوانات کی افزائش نسل ان کے لیے قدرتی طور پر موجود سامان تغذیہ سے ہمیشہ تجاوز کر جاتی ہے چونکہ سطح ارض اور اس پر اگنے والی نباتات وغیرہ محدود ہے اور اس پر پلنے والے جانداروں کی افزائش زیادہ ہے۔ اس لیے

جلد یا بدیر ایسا مرحلہ آن پہنچا کہ جب ان کے زندہ رہنے کے لیے جگہ، خوراک، ہوا، روشنی و دیگر لوازمات زندگی حاصل کرنے کے لیے ان کے درمیان ایک دوڑ سی شروع ہو جاتی ہے۔ اس کو کشمکش حیات کہتے ہیں۔(Struggle for existence) یعنی زندہ رہنے یا بہتر طور پر زندہ رہنے اور افزائش کے لیے باہمی کشمکش"۔[10] T.R Malthus اپنی کتاب An Essay on the principle of population میں لکھتے ہیں:

"Untimely death must come to the human race in some form because the strength of population is so greater than the power of the land to generate food for man. The human vices are capable and active ministers of population decline. They frequently complete the horrible deed alone and are the forerunners of the mighty army of doom. However, if they are unsuccessful in this battle of eradication, awful displays of disease, epidemics, plagues, and pestilence will progress and wipe off tens of thousands of people. A massive, imminent famine that will wipe out all of the world's food in one fell swoop threatens failure if progress is not made."[11]

چارلس ڈارون کا نظریہ (Charles Darwin)

ارتقاء کا نظریہ: وہ نظریہ جس کے مطابق مادے میں نشوونما اور تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور مادی اشیاء ترقی کرتی رہتی ہیں۔ یہ نظریہ ڈارون کی نام سے منسوب ہے۔ چارلس ڈارون (1809-1882) کی کتاب "اصل انواع" (Origin of Species) 1859 میں شائع ہوئی۔ جس میں اس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ انسان بندر کی اتفاقاً شکل ہے۔[12] چارلس ڈارون اپنی کتاب descent of Man میں لکھتے ہیں:

"The civilised races of man will almost likely annihilate and replace the primitive races throughout th e earth at some point in the future, a period not too far away in terms of centuries. The anthropomorphic apes... will surely be wiped off at the same time. The gap between man and his closest associates will then be bigger because, instead of how it is today, it will stand between a man who is more civilised than the Caucasian, if we can manage it, and some ape who is as short as an idiot. between the NEDRO and the GORILLA or AUSTRIAN.[13]

"Natural selection only functions by utilising minute sequential modifications; even though she is slow, she is unable to make large, abrupt changes.[14]

Natural selection's ability to counter media choices. extinction brought about by natural selection, character divergence, related to the diversity of inhabitants of any small area, and with naturalisation. Its power over characters of minor importance; its power in all ages and in both sexes; sexual selection in two generalities of interbreeding of individuals of the same species; and circumstances favourable, unfavourable to natural selection, viz., interbreeding, isolation, number of individuals, slow action. Natural selection acting on the offspring of a common parent through character divergence and extinction Describe the classification of all organic organisms.[15]

اینگلز اور انسان کی شروعات (Engles and Human origins)

ایلن وڈز / ٹیڈ گرانٹ اپنی کتاب مارکسی فلسفہ اور جدید سائنس میں اینگلز کے مضمون کی اس طرح جانچا ہے: "اینگلز انسانی ارتقاء کے تین ضروری اجزاء کا جائزہ لیتا ہے۔ زبان، جسامت میں بڑا مغز اور کھڑے ہونے کا افقی انداز۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ پہلا قدم درختوں سے اترنا تھا اور پھر بعد کے ارتقاء کے نتیجے میں ہمارے زمین پر رہنے والے آباؤ اجداد نے افقی حالت میں کھڑے ہونے کا انداز اختیار کیا ہو گا۔" ان بن مانسوں نے زمین پر چلتے وقت اپنے ہاتھوں کو استعمال کرنے کی عادت رفتہ رفتہ ترک کر دی اور بتدریج افقی چال اختیار کر لی۔ بن مانس سے انسان میں تبدیل ہونے میں یہ فیصلہ کن قدم کی حیثیت رکھتا ہے۔" افقی حالت نے ہاتھوں کو اوزاروں کے استعمال کے لیے آزاد کر دیا۔[16] Greek تھیوری:

The first living things emerged suddenly in the water, according to the theories of the Greek philosophers Empedocles (5th century BC), Thales (546 BC), and Anaximander (547 BC) of Miletus. This theory postulated that later, some of the first living things left the water, became adapted to life on land, and started to live there. Thales thought that "water" was the source of all life, that in water, plants and animals first began to form, and that humanity was the product of this development.[17]

Anaximander: Thales' younger contemporary Anaximander had the incorrect notion that "man arose from fish" and that the origin of existence was a "primordial mass".[18]

تخلیق انسانی کے آغاز کو اس کی تفصیلی کیفیت کے ساتھ سمجھنا ہمارے لیے مشکل ہاں، ہم اس حقیقت کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتے کہ زمینی مادّہ سے مادّہ کیسے پیدا ہوا، پھر اس کی تشکیل اور تبدیلی کیسے ہوئی اور اس میں روح کے پھونکنے کی نوعیت کیا تھی۔

نظریہ ارتقاء اور فوسل

ارتقاء یقیناً ایک قدرتی اصول ہے۔ لیکن ایسا ارتقاء جو قانون قدرت کے بدیہاً خلاف ہو، ارتقاء نہیں ہے۔ یہ محض ذہن کا فتور ہے اور اس سے ان حقائق کو بدلا نہیں جا سکتا ہے۔ جو ہزاروں سال سے انسان کے مشاہدے میں آرہے ہیں۔ "بوزنے انسان" کی جو تصویر پیش کی جاتی ہے اس کی حمایت کسی فوسل کے ٹھوس ثبوت سے نہیں کی جا سکتی۔ اسے ارتقاء پسندوں کے علمی حلقوں اور ذرائع ابلاغ نے مسلسل لوگوں کو ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے۔ ارتقاء پسندوں کے ہاتھوں میں برش رہے اور وہ ان کی مدد سے تخیلاتی مخلوق کو کاغذی وجود بخشتے رہے۔ مگر یہ حقیقت کہ ان تصویروں سے مطابقت رکھنے والے کوئی فوسلز دریافت نہیں ہوئے، ان کے لیے ایک بہت بڑا مسئلہ کھڑا کر دیتی ہے۔ اس مسئلے پر قابو پانے کے لیے ایک دلچسپ طریقہ وہ یہ اپناتے ہیں کہ ایسے فوسلز پیدا کریں جو وہ تلاش نہیں کر سکتے۔ "فرضی آدمی" تاریخ سائنس کا سب سے بڑا اسکینڈل (Scandal) تھا، جو اس طریقے کی ایک خاص مثال ہے۔

پلٹ ڈاؤن مین (Piltdown Man)

ڈارون کے نظریہ کی اشاعت کے کچھ ہی عرصہ بعد، اس کے نظریات کو فروغ دینے والے مایوس سائنسدانوں نے خوشی خوشی ایک اور چال چل دی۔ اس نے بعد میں ایک درمیانی انسان کو بھی دریافت کیا جو، اس نے کہا، 200، 300 سال کے بعد مکمل طور پر انسانی شکل میں تیار ہونے والا تھا۔ Piltdown میں ایک جانور کی کھوپڑی ملی تھی جس کی کھوپڑی کی ساخت اور چمپینزی کے جبڑے کی ہڈی اور انسان کے دانت تھے۔ تو پھر یہ واضح طور پر طے پایا کہ ڈارون کا نظریہ ارتقا بالکل درست ہے اور انسان ہی اس کا عملی اور عقلی ثبوت ہے۔ چونکہ یہ ڈھانچہ برطانیہ کے "Piltdown" نامی علاقے میں پایا گیا تھا، اس لیے اس ڈھانچے کو Piltdown Man کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ "چارلس ڈاسن، ایک نامور ڈاکٹر اور غیر پیشہ ور ماہر حیاتیات، اس دعوے کے ساتھ سامنے آیا کہ اسے ایک جبڑے کی ہڈی اور ایک کھوپڑی انسانی نظر آتی تھی مگر جبڑا صاف طور پر بندر کا دکھائی دیتا تھا۔ ان نمونوں کو "پلٹ ڈاؤن آدمی" کا نام دیا گیا۔ ان کی عمر 500,000 سال بتائی گئی تھی اور انہیں انسانی ارتقا کے واضح ثبوت کے طور پر دکھایا گیا تھا۔ چالیس سال سے زیادہ عرصے سے "Pull Down Man" پر سائنسی مضامین لکھے جا چکے ہیں۔ بہت سی تشریحات کی گئیں اور بہت سی تصویریں بنائی گئیں اور اس فوسل کو انسانی ارتقاء کے قطعی ثبوت کے طور پر پیش کیا گیا۔[19] ڈاکٹر ایم آر ساہنی انسانی ارتقاء میں لکھتے ہیں: "لگ بھگ 50 کروڑ سال پہلے جب سے زندگی کا آغاز شروع ہوا۔ انسان تقریباً کیڑے جیسا تھا۔ انسان کے ایسے قدیم تعلقات کا علم ان نہ مٹنے والے نشانات سے ہوتا ہے جو کہ اس کیڑے نے بعض کیمبرئن اور اس سے بھی پرانے پانی میں جمی ہوئی چٹانوں میں لیکر اور اپنے خول کی شکل میں شاہراہ زمانہ پر چھوڑے ہیں۔[20]

قدیم انسان اور نینڈرتھل آدمی

ارتقاء پسند ان انسانی فوسلز کا حوالہ دیتے ہیں جو ہالینڈ کی نینڈر وادی میں زمین کھود کر نکالے گئے تھے۔ انہیں نینڈرتھل آدمی کہا جاتا ہے۔ بہت سے معاصر محققین نینڈرتھل آدمی کو جدید انسان کی ذیلی نوع قرار دیتے ہیں اور اسے "Homo Sapiens Neandarthal" کہتے ہیں۔ ہارون یحیٰ لکھتا ہے: یہ بات یقینی ہے کہ نسل جدید انسانوں کے ساتھ ایک ہی زمانے میں ایک ہی

مقام پر آباد تھی۔ جو دریافتیں سامنے آتی ہیں۔ ان کے مطابق نینڈر تھل آدمی اپنے مرنے والوں کو دفن کرتے تھے۔ آلات موسیقی بناتے تھے اور اس عہد میں بننے والے قدیم انسانوں کو کے ساتھ ان کی تہذیبی، ثقافتی روابط تھے۔ نینڈر تھل آدمی کے فوسلز کی بالکل جدید انسانوں کی جیسی کھوپڑیوں اور پنجر پر کسی قیاس آرائی یا ظن، تخمین سے کام نہیں کیا جا سکتا۔[21]

کرو میگنن انسان Cro- Magnon Man

کرو میگنن انسان ایک شوقین شکاری ماہی گیر تھا اور وہ غاروں بلکہ جھونپڑیوں میں رہتا تھا۔ وہ تیر، کمان کا استعمال جانتا تھا۔ تقریباً بیس ہزار سال پہلے کرو میگنن عورتوں میں خود پسندی اور خود کمائی کا جذبہ آج کل کی دوشیزاؤں جتنا ہی رہا ہو گا۔ ان غاروں میں نکلس اور دوسرے زیورات کے آثار ملے ہیں۔ کرو میگنن ایک خاندان ہے جو کہ پانچ افراد پر مشتمل ہے۔ ان میں تین مرد، ایک عورت اور ایک نوزائیدہ (Unborn) بچہ ملے۔ یہ سب حفوری کرو میگنن چٹانی پناہ گاہ سے ملے ہیں۔ بچہ کرو میگنن جگہ کے لحاظ سے اب بھی رحم مادر میں ہے اور اس طرح ہر لحاظ سے ماہر ارضیات کے ہتھوڑے کی چھوٹ سے وہ پیدا ہوا۔ "کرو میگنن لوگ اپنے لمبے قد کی وجہ سے پہچانے جاتے تھے۔ انہوں نے 6 فٹ کا قد حاصل کر لیا تھا۔ ان کی قدرے کھینچی ہوئی یا بیضوی کھوپڑی بھی ملی ہے جسے اس کی جائے دریافت کی مناسبت سے پریڈ موسٹ (Predemost) بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ انہوں نے اعلی درجے کی ذہانت حاصل کر لی تھی بحیثیت مجموعی یہ نسل موجودہ امریکی بند شاہیوں سے خاصی مشابہ معلوم ہوتی ہے۔[22] کرو میگنن انسان ایک ایسی نسلی بنیاد ہے جس پر بعد کے برفانی زمانہ کے دوران یورپ کی آبادی کی نشوونما ہوئی۔ بہت آمیزیشیں بھی ہوتیں جن میں غالباً کچھ نینڈر تھل خون کی بھی آمیزش شامل ہے۔ لیکن یہ سب قسمیں قدیم مجدی تہذیب کی حاصل تھیں۔

انسانی خلیہ (Cell)

اس زمین میں ایک خلیہ سے لیکر کروڑوں خلیات جاندار پائے جاتے ہیں۔ یہ خلیات مختلف اشکال کے ہوتے ہیں۔ ان کی شکل کا انحصار ان کے کام کی نوعیت پر ہوتا ہے۔ ڈاکٹر اے۔ آر۔ انجم اپنی کتاب گائنی میں لکھتے ہیں: "روئے زمین پر پائی جانے والی کسی بھی زندہ مخلوق کی بنیادی اکائی خلیہ (cell) ہے۔ ہر جاندار کا جسم ان خلیات کے مجموعہ سے ہی تشکیل پاتا ہے"[23] نظریہ ارتقاء یہ استدلال پیش کرتا ہے کہ ایک نوع سے دوسری نوع میں ارتقاء بتدریج اور مرحلہ وار ہوتا ہے جس میں کئی ملین برس لگتے ہیں۔ یہ منطقی دخل اندازی جو اس قسم کے دعوے سے اخذ کی جاتی ہے اس بات کو لازمی قرار دیتی ہے کہ ایسے جسیم زندہ نامیے جنھیں "عبوری شکلیں" کہا جاتا ہے، ان کو اس ماہیت قلبی کے دوران ضرور زندہ رہنا چاہئے تھا۔ چونکہ ارتقاء پسندوں کا یہ دعوی ہے کہ تمام جاندار مرحلہ وار عمل تغیر سے ایک شکل سے دوسری شکل میں آئے اس لیے ان عبوری شکلوں کی تعداد اور قسمیں کئی ملی ہونی چاہئیں تھیں۔ اگر یہ مخلوق کبھی زندہ تھی تو پھر ہم کہیں نہ کہیں ان کی باقیات ضرور دیکھیں گے۔ دراصل اگر یہ مفروضہ صحیح ہو تو پھر تو آج جتنے جانور زندہ ہیں ان کی عبوری شکلوں کی تعداد بھی زیادہ ہونی چاہئے تھی۔ اور دنیا بھر میں ان کے فوسلز کی باقیات بھی بکثرت ملنی چاہئیں تھیں۔ ڈارون کے زمانے سے ارتقاء پسند فوسلز کی تلاش میں ہیں مگر نتیجہ بری طرح مایوسی و نا امیدی کے سوا کچھ نہیں نکلا۔ کوئی سے بھی دو نوع کے درمیان کی عبوری شکلیں دنیا کے بحر و بر میں کہیں بھی نہیں مل سکیں۔

انسان کی تخلیق، آغاز و ارتقاء اور اسلام

اسلام ان نظریات کے خلاف انسانیت کی ابتداء کی حالت بیان کرتا ہے۔ جسے ڈارون کے موجودہ پیروکار سائنس کے نام پر پیش کرتے ہیں۔ ان نظریات کے مطابق انسان غیر انسانی سطح سے ترقی کر کے انسانیت کے درجے تک پہنچ چکا ہے اور بتدریج ارتقاء کی لمبی لکیر میں کوئی خاص نقطہ ایسا نہیں ہو سکتا جہاں سے انسانیت ختم ہو گئی ہو۔ انسانیت کی ابتداء کو تسلیم کیا جائے۔ اس کے برعکس اسلام ہمیں بتاتا ہے کہ انسانیت کا آغاز خالص انسانیت سے ہوا۔ اس کی تاریخ کا کسی غیر انسانی حالت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔

انسان کی پیدائش اور فرشتوں سے تذکرہ

اللہ تعالیٰ نے انسان اول کی پیدائش کا مقصد فرمایا تو نص قرآنی کی رو سے اس نے فرشتوں سے اس کا تذکرہ فرمایا اور بتایا کہ میں زمین میں اپنا خلیفہ مقرر کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں یہ ذکر کس لیے کیا؟ ظاہر ہے برسبیل مشورہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ وہ اپنے فعال میں مخلوق کے مشوروں کی ضرورت محسوس کرے۔ یہ سوال اور بھی اہم بن جاتا ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ زمین و آسمان، پہاڑ، بحر و بر اور بے شمار دوسری مخلوقات پیدا کرتے وقت اللہ تعالیٰ نے بطور خاص اپنے پیشگی ارادہ کا اظہار نہیں کیا۔ تو اس کا جواب یہ ہو سکتا ہے کہ فرشتوں سے اس ارادہ کا ذکر کرنے سے مقصود حضرت انسان کے شرف و فضیلت کا اظہار تھا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ [24] جب تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں تمہیں زمین میں اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔ اگر وہ کہے گا تو اس میں ایسے شخص کو پیدا کرے گا جو اس میں فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا۔ ادھر ہم تیری حمد و ثنا کرتے رہتے ہیں اور تیری پاکیزگی کے لیے پکارتے ہیں (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا! بے شک میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ قرآن مجید کی اس آیت سے پتہ چلتا ہے اس کائنات میں سب سے پہلا انسان حضرت آدمؑ تھے۔ جیسا کی مرزا بشیر الدین محمود احمد تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں: "سب سے پہلا انسان آدم تھے" [25] انسان خاکی الاصل ہے اس میں روح ربانی ہے روح ملائکہ سے افضل ہے اس لیے ملائکہ کو حکم دیا گیا ہے کہ سجدہ کریں۔ اس کا مقصد انسان کو اختیار دینا مقصود تھا اس لیے ضروری تھا کہ سب اس کے تابع ہوں۔ اس لیے انہیں آدمؑ کے آگے جھکنے کا حکم ہوا اور اسی کے سر پر شرافت کا تاج رکھا گیا۔

تخلیق انسانی اور پہلی وحی

تخلیق انسانی کا اس بات سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قرآن مجید حضرت محمد ﷺ پر اتارنا شروع کیا۔ تو اس کی ابتداء تخلیق انسانی سے کی۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ۔ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ [26] پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ: "یہ ان کا بڑا اکرم ہے کہ اس عاجزانہ حالت سے آغاز کر کے انسان کو عالم بنا دیا۔ جو کہ مخلوق کا اعلیٰ ترین وصف ہے اور اسے نہ صرف عالم بنایا بلکہ اسے قلم کے استعمال کا فن بھی سکھایا جو نسل در نسل علم پھیلانے، ترقی کرنے اور اس کی بقا اور تحفظ کا ذریعہ بن گیا۔ اگر وہ الہام سے انسان کو قلم و تحریر کا یہ علم نہ دیتا تو انسان کی ذہنی صلاحیت جمود کا شکار رہتی اور اسے ترقی و پھیلاؤ کا موقع نہ ملتا اور ایک نسل کا علم اگلی نسل تک پہنچتا۔ اور مزید ترقی یافتہ ملا"۔ [27]

اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کی صورت گری

انسانی تخلیق کے اس آغاز کو تفصیل سے سمجھنا مشکل ہے۔ ہم اس حقیقت کو پوری طرح نہیں سمجھ سکتے کہ انسان زمینی مادے سے کیسے بنا۔ پھر اس کی تشکیل اور ترمیم کیسے ہوئی؟ اس میں روح پھونکنے کی نوعیت کیا تھی؟ تاہم یہ واضح ہے کہ قرآن ان نظریات کے خلاف انسانیت کی ابتداء کی حالت کو بیان کرتا ہے۔ جسے موجودہ دور میں ڈارون کے پیروکار سائنس کے نام پر پیش کرتے ہیں۔ ان نظریات کے مطابق انسان نے مختلف درجوں کی غیر انسانی اور نیم انسانی حالتوں سے ترقی کی۔ موجودہ انسانیت تک پہنچ چکی ہے، اور بتدریج ارتقاء کی اس لمبی لائن میں کوئی خاص نقطہ ایسا نہیں ہو سکتا جس پر غیر انسانی حالت کے خاتمے کو "انسانیت" کا آغاز تسلیم کیا جائے۔ اس کے برعکس قرآن ہمیں بتاتا ہے کہ انسانیت کا آغاز خالص انسانیت سے ہوا۔ اس کی تاریخ کا کسی غیر انسانی حالت سے قطعاً کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہ پہلے دن سے انسان بنا اور خدا نے اپنی زمینی زندگی کا آغاز کامل انسانی شعور کے ساتھ مکمل روشنی میں کیا۔ جیسا کی قرآن مجید میں اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے: وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ[28] ہم نے تمہاری تخلیق کی ابتداء کی، پھر تمہاری صورت بنائی۔ تاریخ انسانی کے بارے میں دو مختلف زاویے ہیں اور وہ انسانیت کے بارے میں دو بالکل مختلف تصورات کا باعث بنتے ہیں۔ ایک تصور کو اپنائیں، ہم انسان کو اصل جانور کی ایک شاخ کے طور پر دیکھیں گے۔ ان کی زندگی کے تمام قوانین حتیٰ کہ اخلاقی قوانین بھی ہمیں ان قوانین میں بنیادی اصول ملیں گے۔ جس کے تحت پر حیوانی زندگی چل رہی ہے۔ اس کے برعکس دوسرے تصور کو اپنانے سے انسان کو جانور کے بجائے ایک "انسان" کے طور پر دیکھا جائے گا۔ ہمارے خیال میں وہ "عقل کا حیوان" یا "دائمی حیوان" نہیں ہو گا بلکہ زمین پر خدا کا خلیفہ ہو گا۔

اگر انسان پر نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت روشن روشنی کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ کوئی بھی چیز جسمانی اور روحانی حسن و کمال کے اعتبار سے انسان کے برابر ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتی۔ قیمتی درندے، طاقتور درندے، درندے، پرندے، ہوا اور آبی مخلوق سب انسان کے سامنے جھک جاتے ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالی نے فرمایا کہ میں نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا ہے۔ ارشاد باری تعالی ہے کہ: لَقد خَلَقنا الِانسانَ فِي اَحسَنِ بے شک ہم نے انسان کو بہترین صورت میں پیدا کیا۔ ہم نے (اللہ تعالیٰ) نے انسان کو ظاہری شکل و صورت، قد و قامت، فکری اور ذہنی قوتوں، قلبی اور روحانی صلاحیتوں سے پیدا کیا۔ اللہ نے انسان سے زیادہ خوبصورت کوئی چیز نہیں بنائی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اسے ان عظیم اوصاف سے نوازا۔ با اختیار و با ارادہ، متکلم، مدبر اور حکیم ۔ تخلیق کے ابتدائی منصوبے سے لے کر اپنی مخصوص شکل میں وجود میں آنے تک پوری دنیا اور دنیا کی ہر چیز اس کی ساخت پر مبنی ہے۔ اس کی ساخت اور علاج میں کسی اور کا عمل دخل نہیں۔ ارشاد باری تعالی ہے: هُوَالله الخَالِقُ البَارِئ المُصَور[29] وہ اللہ ہی ہے، جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا، اس کو نافذ کرنے والا ہے، اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے عمل کو تین مختلف درجوں میں بیان کیا ہے۔ پہلا خلق ہے جس کا مطلب ہے تقدیر یا منصوبہ بندی۔ مثال کے طور پر، ایک عمارت کی تعمیر سے پہلے، ایک انجینئر فلاں فلاں عمارت کو کسی خاص مقصد کے لیے بنانے کا ارادہ کرتا ہے اور اپنے ذہن میں اس کا نقشہ بناتا ہے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس مقصد کے لیے مجوزہ عمارت کی تفصیلی شکل اور مجموعی شکل حسب ذیل ہونی چاہیے۔ یہ دوسری بار ہے۔ جس کے لغوی معنی ہیں الگ کرنا، چاک کرنا، پھاڑنا۔ تخلیق کار کا لفظ اس معنی میں استعمال ہوتا ہے کہ وہ اپنے سوچے سمجھے منصوبے کو عملی جامہ پہناتا ہے اور وہی چیز لاتا ہے جس کے بارے میں اس نے سوچا تھا کہ وہ کسی چیز کو وجود میں نہیں لاتا۔ تیسری بار تصویر ہے۔ جس کا مطلب ہے شکل۔ یہاں اس سے مراد کسی چیز کو اس کی حتمی شکل دینا ہے۔ ان تینوں سطحوں میں خدا کے کام اور انسانی کاموں میں قطعی طور پر کوئی مماثلت نہیں ہے۔ انسان کا کوئی منصوبہ نہیں جو پچھلے نمونوں سے اخذ کیا گیا ہو۔ لیکن اللہ کا ہر منصوبہ منفرد اور اس کی اپنی ایجاد ہے۔ قرآن مجید میں اللہ

تعالیٰ فرماتا ہے کہ:وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ[30] اور اسی نے تمہارے صورتیں بنائیں اور تمہاری صورتوں کو خوب صورت بنایا۔اس مقام پر اللہ تعالی نے اپنی تخلیق کے شاہکار حضرت انسان کا خصوصی طور پر ذکر فرمادیا ہے کہ دیکھو ہم نے اسے بنایا اور کتنا خوب صورت بنایا۔اس کا قد زیبا، اس کے ہاتھ اور اس کے بازو کتنے متناسب ہیں۔اللہ تعالی ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہتا ہے صورت بناتا ہے۔ اچھی بری، نیک اور بد صورتیں عنائیت فرماتا ہے۔اس کے سوا عبادت کے لائق کوئی نہیں وہ غالب ہے۔ حکمت والا ہے اسی ایک نے ہمیں بنایا، پیدا کیا، پھر ہم دوسرے کی عبادت کیوں کریں۔ارشاد باری تعالی ہے:هُوَالذِی یُصَوِرِ کُم فِی الارحام کَیفَ یَشَاء[31] وہ ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جس طرح کی چاہتا ہے بناتا ہے۔اللہ تعالی نے ہم پر گونا گوں نوازشات فرمائی ہیں۔اگر وہ ہمیں پیدا ہی نہ کرتا یا ہماری ساخت کو بگاڑ دیتا، یہ ہمارے عناصر کے آپس میں اعتدال کو ملحوظ نہ رکھتا تو ہم اس کا کیا بگاڑ سکتے تھے یا اس کی عظمت و کبریائی میں اس سے کیا فطور پیدا ہوتا۔ اس نے ہمیں پیدا کیا ہمیں مکمل اعضاء بخشے، ان میں مناسبت کا پورا لحاظ رکھا۔ پھر ہمارے جسمانی، ذہنی اور نفسیاتی ساخت کو بڑے اعتدال سے پائے تکمیل تک پہنچایا ہے اور ہم ہیں کہ اس کی طرف سے غافل ہیں اور اس کی ذکر اور اس کے شکر کی ہمیں فرصت ہی نہیں ملتی اور اس کی فرما نبرداری ہمارے لیے بادگراں بنی ہوئی ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے کہ:الَّذِي خَلَقَكَ فَسَوَّاكَ فَعَدَلَكَ۔ فِي أَيِّ صُورَةٍ مَا شَاءَ رَكَّبَكَ[32] جس نے تجھے پیدا کیا پھر تیرے (اعضاء کو) درست کیا پھر تیرے عناصر کو معتدل کیا۔ جس شکل میں چاہا تجھے ترتیب دے دیا۔چونکہ اللہ تعالیٰ انسان کا خالق ہے اور صرف خالق ہی کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی مخلوق کی رہنمائی کرے اور اسے وہ راستہ دکھائے جس سے وہ اپنے وجود کا مقصد پورا کر سکے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف سے قرآن کی اس تعلیم کا نزول نہ صرف اس کی رحمت کا تقاضا ہے بلکہ اس کے خالق ہونے کا لازمی اور فطری تقاضا بھی ہے۔ارشاد باری تعالی ہے کہ:خَلَقَ الِانسَان[33] ترجمہ: اسی (اللہ) نے انسان کو پیدا کیا۔ قرآن کے نزدیک انسانیت کا سب سے پہلا نمائندہ یا انسان اول خود بخود پیدا نہیں ہو گیا بلکہ خدا تعالی نے اسے اپنے دست قدرت سے مکمل انسان کی صورت میں پیدا کیا ہے۔ قرآن اس بات پر گواہ ہے کہ انسان کی صورت اعلیٰ حضرت آدمؑ ہیں۔

رحم مادر میں انسانی وجود کا ارتقا

قرآن کریم میں رحم کے اندر انسانی وجود کی تشکیل اور اس کے ارتقاء کو مختلف مراحل میں بیان کیا گیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ رب کائنات کا نظام حاکمیت ماں کے پیٹ میں اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ چمکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچے کی زندگی کے آغاز سے لے کر اس کی تکمیل اور پیدائش تک۔ انسان کو مختلف تدریجی اور ارتقائی مراحل سے گزار کر پرورش کا الٰہی نظام یہ ثابت کرتا ہے کہ انسانی وجود کی اندرونی کائنات ہو یا عالم ہستی کی خارجی کائنات، ہر جگہ ایک ہی نظام ربوبیت کی شان و شوکت اور ترتیب و اصول ہے۔ مل کر کام کرنا. قرآن کریم میں بیان کردہ ارتقاء کے ان مراحل کی تصدیق آج کی جدید سائنسی تحقیق نے بھی کر دی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ - ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ - ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ[34] اور ہم نے انسان کو مٹی کے سَت سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے ایک محفوظ مقام (رحم مادر) میں نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر نطفہ کو لوتھڑا بنایا پھر لوتھڑے کو بوٹی بنایا پھر بوٹی کو ہڈیاں بنایا پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا، پھر ہم نے اسے ایک اور ہی مخلوق بنا کر پیدا کر دیا۔ پس بڑا بابرکت ہے ،اللہ جو سب بنانے والوں سے بہتر بنانے والا ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کے ارتقاء کو دلیل کے طور پر اپنے رب العالمین کے تذکرے کے ساتھ بیان کیا ہے جس سے یہ سبق واضح طور پر ملتا ہے کہ قرآن

کریم اس کے بدلے میں اس کی پہچان کرتا ہے۔ رب العالمین جو انسانی زندگی کا رب ہے۔ نظام ارتقاء کو سمجھنے کی دعوت دے رہا ہے کہ اے آدم کی قوم! ذرا اپنی زندگی کے مختلف ادوار اور مراحل کے بارے میں سوچیں اور آپ کو کس طرح قدم بہ قدم اپنی تکمیل کی طرف لے جایا گیا۔ آپ کو ایک ریاست سے دوسری ریاست میں کیسے منتقل کیا گیا اور آپ آخر کار "گڈ المناک" کی منزل تک کیسے پہنچے۔ کیا یہ سب اس "رب کائنات" کی پرورش کا مظہر نہیں جس نے آپ کو بجائے عالم بنایا!

حدیث مبارکہ میں تخلیق کے مراحل

احادیث مبارکہ میں بھی حضورؐ نے ماں کے پیٹ کے اندر جنین کے ان مختلف مراحل کا ذکر کیا ہے۔ امام مسلم حضرت حذیفہ بن اسید غفاری سے روایت لائے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اذا مرّ بالنطفة ثنتان و اربعون ليلة بعث الله اليها ملكا فصورها و خلق سمعها و بصرها و جلدها الحمها وعظامها ثم قال يا رب اذكر ام انثى فيقضى ربک ما شاء يكتب الملک ثم يقول يا رب اجله فيقول ربک ما شاء و يكتب الملک ثم يقول يا رب رزقه فيقضى ربک ما شاء و يكتب الملک ثم يخرج الملک بالصحيفة فى يده فلاّ يزيد على ما امر ولاّ ينقص[35] جب منی پر بیالیس راتیں گزر جاتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کا چہرہ، کان، آنکھیں، جلد، گوشت اور ہڈیاں بناتا ہے۔ خدا کی مرضی الٰہی ہے۔ وہ کہتا ہے، 'فرشتہ اسے لکھتا ہے۔' پھر پوچھتا ہے اے رب اس کی عمر کیا ہے؟ تو اللہ جو چاہتا ہے حکم دیتا ہے، اور فرشتہ اسے لکھتا ہے، پھر پوچھتا ہے کہ اے رب اس کا رزق کیا ہے؟ وہ حکم دیتا ہے اور فرشتہ اسے لکھتا ہے، پھر فرشتہ ہاتھ میں کتاب لے کر نکلتا ہے جس میں کسی چیز کی کمی یا زیادتی نہیں ہوتی۔ حضرت انس بن مالک سے بھی ایک حدیث مروی ہے کہ سرور دوجہاں ﷺ نے فرمایا: ان الله و كل فى الرحم ملكا فيقول يا رب نطفة يا رب علقة يا رب مضغة فاذا اراده ان يخلقها قال يا رب اذكر يا رب انثى يا رب شقى ام سعيد فما الرزق فما الاجل فيكتب كذالک فى بطن امه[36] اللہ تعالیٰ نے رحم مادر پر فرشتہ مقرر کیا ہے۔ وہ کہتا ہے: اے میرے رب، نطفہ تیار ہے۔ اے میرے رب، خون تیار ہو گیا ہے۔ اگر وہاں موجود ہوں تو وہ فرشتہ پوچھتا ہے کہ اے میرے رب کیا وہ مرد ہے یا عورت، کیا وہ بدبخت ہے، کیا وہ خوش نصیب ہے، اس کا رزق کتنا ہے، اس کی عمر کتنی ہے؟ اس طرح اس کی قسمت میں ماں کے پیٹ میں یہ چیزیں لکھی ہوتی ہیں۔ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نطفہ، القاء اور چبانے کے مراحل بیان کیے ہیں، جب کہ سابقہ حدیث میں یہ بیان ہوا ہے کہ نطفہ بننے کے بعد بیالیس راتیں اللہ کے حکم سے ایک فرشتہ آتا ہے اور وہ بالکل وہی ہے جو ایمبرالوجی پر جدید تحقیق بتاتی ہے کہ اس دور میں گوشت کے ٹکڑے میں جسم کے اعضاء ہڈیوں اور پٹھے، پھر ہڈیوں پر گوشت اور پٹھے بن جاتے ہیں۔ چڑھنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جنین کی نشوونما کے مراحل اور جنین کی سائنس پر جدید تحقیق کے نتائج حضرت حذیفہؓ کی حدیث میں بیان ہوئے ہیں بالکل ایک جیسے ہیں۔

خلاصۂ بحث

انسان کی پیدائش کے بارے میں اسلامی نظریہ ڈارون اور اس کے پیروکاروں کے پیش کردہ نظریہ سے بالکل مختلف ہے۔ ان کے نزدیک انسان زندگی کے ارتقا کی آخری کڑی ہے۔ دوسرے لفظوں میں انسان ایک ترقی یافتہ جانور ہے، اس میں کوئی ذاتی عزت نہیں۔ اپنے نظریے کی حمایت میں دلائل کے انبار لگانے والے اس گرہ کو کھول نہیں سکے کہ حیوان انسان کیسے بنا۔ اس کے برعکس، قرآن کے مطابق، انسان ایک عظیم اور شاندار، مستقل، خودساختہ مخلوق ہے، اور وہ خدا کا نائب بن کر ظاہر ہوا ہے۔ اس کے علم کی کوئی حد نہیں ہے۔ اس کی تخلیقی قوتیں بے حساب ہیں۔ یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ اس کا خمیر مٹی کے ذرات سے اٹھایا گیا تھا لیکن نبہت فيه من روحی (میں نے اس میں اپنی روح پھونکی) کے مرکب سے یہ ذرے رشک مہرومہ بن گئے۔ نور کی

دنیا کو بھی اس کے آگے سجدہ ریز ہونا پڑا۔ وہ انسان جو حیوان کی ارتقائی شکل ہے اس انسان سے جو زمین کی سطح پر اللہ کا نائب بن کر ظاہر ہوا کتنا کم اور زیادہ فرد ہے۔ مختصر یہ کہ اسلام انسانی عظمت کا علمبردار ہے نہ کہ ڈارون اور اس کے پیروکار۔

References

1 Alan Woods and Ted Grant, *Marxist Philosophy and Modern Science*, trans. Abu Farāz (Lahore: Book Home, 2012), 129.
2 Redi Francesco, *Esperienze intorno alla generazion degl insetti* (Chicago: 1668), 15-19.
3 Redi, *Esperienze intorno alla generazion degl insetti,* 15-19.
4 Azhar Saqlain Bhattī, *Gem Dictionary* (Lahore: Azhar Publisher Lahore), 88.
5 Miller and Levine, *Miller and Levine Biology: Texas Edition* (1991), 340.
6 Miller and Levine, *Miller and Levine Biology*, 341.
7 L.E. Orgel, *Directed Pans Permia* (Icarus: 1973), 341.
8 J. Bromsky, *The Rise of Adam,* trans. Mansoor Sa'eed (Lahore: Fiction House, 2011), 133.
9 J. Bromsky, *The Rise of Adam,* 143.
10 Dr. Abd al-Kareem, *Journey of Life* (Lahore: Mushtāq Book Corner), 106.
11 T.R Malthus, *An Essay on the Principal of Population* (London: J. Johnson, 1798), 7:6.
12 Charles Darwin, *On the Origin of Species by Means of Natural Selection* (London: John Murray, 1859), 4:3.
13 Darwin, *Descent of Man: 2nd Edition* (New York: Al. Burt co., 1874), 178.
14 Darwin, *On the Origin of Species* (London: John Murray, 1859), 4:162.
15 Darwin, *On the Origin of Species*, 5
16 Alan Woods, *Marxist Philosophy and Modern Science*, 407.
17 Hāroon Yaḥyā, *Why Darwinism is Incompatible with the Quran* (2003), 134. http://www.forerunner.com/forerunner/x0742-philosophical-origin.html.
18 Hāroon Yaḥyā, *Why Darwinism is Incompatible with the Quran* (2003), 134. http://www.candleinthedark.com/anaximander.html.
19 Hāroon Yaḥyā, *The World and Its Reality*, 240.
20 Dr. M. R. Sahni, *Human Evolution*, trans. Dr. Ehsanullah Khan (Lahore: Book Home, 2014), 58.
21 Yaḥyā, *The World and Its Reality*, 246.
22 Sahni, *Human Evolution*, 283.
23 Dr. R. Anjam, *Gynae* (Lahore: Maktaba Daniyal), 51.
24 Al-Baqra 2:30.
25 Meḥmood Ahmad Bashīr al-Dīn, Tafseer Kabīr (Qadian: Qadian Publishers, 2004), 6:276.
26 Al-'Aalaq 92:1-2.
27 Abu AL-A'lā Moudūdī, *Tafheem al-Quran* (Lahore: Tarjamān al-Quran, 1991), 3:185.
28 Al-A'rāf 7:11.
29 Al-Ḥashar 59:24.
30 Al-Taghābun 64:3.
31 Al-'Imrān 3:6.
32 Al-Infiṭār 82:7-8.
33 Al-Raḥmān 55:3.
34 Al-Mo'minoon 23:13-14.
35 Imām Muslim Ibn Hajjāj al-Qusherī Ṣaḥīḥ Muslim (Lahore: Mushtāq Book Corner), Ḥadīth no: 6826.
36 Imām Abu Abdullah Muhammad Ibn Ismā'īl al-Bukhārī Al-Jami' al-Ṣaḥīḥ al-Bukhārī (Lahore: Maktaba Islāmia), Ḥadīth no: 559.